اثبات عقیدہ میں اہل السنۃ والجماعت کی منہج کا تحقیقی جائزہ

محمد شاہ

محمد نعیم جان

ABSTRACT

The sect of Ahl e Sunnah is the one which the Companions of the Holy PROPHET (SAWW) learnt from him (SAWW). In regard with the consistency of sects this should be our laid sole essence, by being influenced with the course of time there has been laid a carbon of queer ideologies and thoughts upon us. These useless things ought to be avoided altogether. Islam is comprehensively prone towards watering the faith and unleashing other realities towards its followers. The problems and complications which are faced by the man of present time, for the solution of them the epic center for him should be the implementation of Islamic sections. In the Religion of Islam the sects and faiths, morals and ethics are not based upon the necessities and thinking but they are based upon the permanent foundations of Religion itself. In deeds and ethics there are certain paths of exception but faith has none. As to believe in the Oness of ALLAH ALMIGHTY is essential so is essential to believe in the Finality of Prophet hood of Hazrat Muhammad SAWW, this is a must for the salvation in the life hereafter. The Book of Allah Almighty is to be believed in and the Sunnah of the Prophet (SAWW) is to be followed. Some Religious scholars have difference of opinion upon Ijma. It is quit vivid that to admit one as true on one point is lack of comprehension. At some points the sayings of Quran e Pak and Sunnah are brief while at some other points there are very detailed sayings. The main purpose of it is based upon the benefit of mankind in this world and salvation in the world hereafter. In the above mentioned topic I presented factual thesis of in the affirmation of faith the analytical review of the path of Ahl e Sunnah.

Keywords: affirmation, faith, sect, ethics, implementation, salvation, opinion, Companions,

تمہید:

دورِ نبوی ااور دور خلافت راشدہ میں جب کوئی مسئلہ پیدا ہوتا تو براہ راست رسول اللہ ﷺ سے معلوم کرتے جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی تو اکابر صحابہ سے پوچھ گچھ ہوتی وہ قرآن وحدیث کی روشنی میں مسئلہ کو سلجھاتے، رفتہ رفتہ نئے نئے لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے، اسلام آفاق میں پھیلنے لگا، اس میں فلسفہ زدہ لوگ بھی تھے جو ہر بات کے پیچھے فلسفہ کے وجود

ضروری سمجھتے تھے جس کے بغیر وہ کسی بات کو حق تسلیم نہیں کرتے تھے،اس دور میں ایسے مسلمان مفکرین اور مجددین کی ضرورت تھی جو ان فلسفیوں کی تشفی کرسکے اور عقائد کے باب میں دین اسلام کی حقانیت واضح اور ثابت کریں۔اللہ تعالیٰ نے اس اُمت پر یہ فضل بھی کیا کہ اہل سنت والجماعت میں ایسے مختلف نوع کے زیرک انسان پیدا کیے جنہوں نے فلاسفہ کو اسلام کا فلسفہ اور کلام سے باخبر کیا۔انہوں نے ان کے فلسفوں کو قرآن مجید،احادیث صحیحہ اور دلائل عقلیہ سے رڈ کیا۔

اَہل سنت والجماعت کی لغوی واصطلاحی تحقیق:

اَہل سنت والجماعت تین لفظوں سے مرکب ہے۔اہل کے معنی:اشخاص،اَتباع اور پیروکار کے ہیں۔سنت عربی زُبان میں راستہ کو کہتے ہیں اور مجازاً اُصولِ مقررہ،دستور،قانون،عادت،رَوِش زندگی اور طرز عمل کے معنوں میں بھی آتا ہے[1]۔

ابن سیدہ لکھتے ہیں: "**والسنة:السيرة حسنة كانت اوقبيحة۔**"[2]

"یہ اُصول و قوانین اچھے ہوں یا برے ہوں۔"

علامہ ازہری لکھتے ہیں کہ:

"**السنة الطريقة المستقيمة المحمودة ولذلك قيل فُلان اهل السنة۔**"[3]

"سنت سے مراد صرف سیدھا اور بہترین راستہ ہے۔اسی وجہ سے تو کہتے ہیں کہ فلانا اہل سنت میں سے ہے۔"

علامہ زَبیدی لکھتے ہیں کہ:

"**معناه من اهل الطريقة المستقيمة المحمودة۔**"[4]

"اس کا مطلب یہ ہے کہ سیدھے اور پسندیدہ راہ والوں میں سے ہے۔"

ابن اثیر الجزری محدث کہتے ہیں کہ: "**واذا أطلقت فى الشرع،فانما يراد بها:ماامر النبى او نهى عنه وندب اليه قولا وفعلا ممالم ينطق به الكتاب العزيز۔**"[5]

"شرعی اصطلاح میں اس سے مراد وہ قول و عمل ہے جس کا آپ نے حکم دیا ہو یا اس سے منع کیا ہو جس سے کتاب اللہ خاموش ہو۔"

اسی سنت میں "خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم" کی سنت بھی داخل ہے:رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"**فانه من يعش منكم فسيرى اختلافا كثيرا،فعليكم بسنتى وسنة الخلفاء الراشدين المَهديين، تمسكوا بها ،وغضوا عليها بالنواجذ،واياكم ومحدثات الامور،فان كل محدثة بدعة وكُلّ بدعةٍ ضلالة۔**"[6]

"تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہا، وہ بہت ہی اختلاف دیکھے گا، اس لیے تمہارے لیے ضروری ہے کہ میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوطی سے پکڑو اور اپنی ڈاڑھوں اور کچلیوں سے محکم طور پر اس کو قابو میں رکھو اور تم دین کے معاملہ میں نئی چیزوں سے بچتے رہو، کیوں کہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔"

حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ : **"ومن اهل السنة والجماعة قديم معروف قبل ان يخلق الله اباحنيفة ومالكاً والشافعى احمدفانه مذهب الصحابة الذى تلقوه عن نبيهما۔"**[7]

"اہل سنت والجماعت کا مذہب قدیم ومعروف ہے۔ جو امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کی پیدائش سے پہلے موجود تھا، یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مذہب ومسلک، جسے انہوں نے نبی کریم اسے حاصل کیا تھا۔"

علامہ یوسف القرضاوی کی رائے:

علامہ یوسف القرضاوی لکھتے ہیں کہ ہمارے خیال میں اسلامی عقائد کے مطالعہ میں درج ذیل باتوں کا لحاظ کیا جانا ضروری ہے:

۱۔ عقائد کے اثبات کے سلسلے میں ہمارا مرجع وماخذ تنہا قرآن وسنت ہونا چاہیے۔ مختلف ادوار میں اپنے زمانہ سے متاثر ہو کر اس کے اُوپر جن اجنبی افکار ونظریات کی چھاپ پڑ گئی ہے اور جو لاطائل چیزیں اس کے ساتھ شامل ہو گئیں ہیں اسے ہاتھ لگانے سے یکسر اجتناب کیا جائے۔ اسی صورت میں اسلامی عقائد اپنی اصل روشنی کے ساتھ ہمارے سامنے آسکیں گے اور کسی ایچ پیچ کے بغیر اور بالکل بے غبار انداز میں وہ لوگوں سے اپنی صداقت کا لوہا منوالیں گے۔ ایسا ہرگز نہیں کہ ہم کسی متعین کلامی مسلک کو اپنا اصل الاصول قرار دے لیں اور پھر قرآن وسنت کے نصوص کو اس کے پیچھے گھسیٹتے رہیں۔

۲۔ ہمیں قرآن کی پیروی کرتے ہوئے انسان کے ذہن ودماغ کی طرح اُس کے قلب اوروجدان کو بھی اپنا مخاطب بنانا چاہیے۔ اسی صورت میں صحیح اور حقیقی ایمان لوگوں کے دلوں میں جاگزیں ہو سکے گا۔ عقائد کی عمارت کو صرف عقل کی اساس پر استوار کرنا جیسا کہ فلاسفہ کا طریقہ ہے یا اس کی بنیاد محض انسان کے قلب پر رکھنا جیسا کہ صوفیاء کا انداز ہے۔ یہ دونوں ہی چیزیں صحیح اسلامی طرز وانداز کی نمائندگی نہیں کرتیں۔ اسلام لوگوں کے دلوں میں ایمان کی آبیاری کرنے اور ان کے اندر دیگر حقائق کو جاگزیں کرنے کے سلسلے میں ہمہ جہتی انداز اختیار کرنے کا قائل ہے۔ وہ انسان کی عقل کو بھی مطمئن کرتا ہے اور اس کے قلب کو بھی ایک خاص کیفیت سے سرشار کرتا ہے۔ جس کے نتیجے میں وہ صرف ذہنی طور پر کسی چیز کو چاروناچار تسلیم کرالینے پر اکتفا نہیں کرتا جیسا کہ فلسفہ ومنطق کی دُنیا میں ہوتا ہے۔ بلکہ وہ انسان کے دل میں ایک طرح کی تڑپ پیدا کر کے اسے صدق واخلاص کا پیکر اور اپنے مقصد کی راہ میں پہاڑ کی طرح جمنے والا بنا دیتا ہے۔ انسان فلسفیانہ تشکیک سے بلند ہو جاتا ہے ہے اور اس کے اندر مجاہد کی روح بیدار ہو جاتی ہے۔

۳۔ اس مہم کو سر کرنے کے لیے انہی دلائل سے کام لیا جائے جن کا ذکر قرآن کرتا ہے۔ جس طرح اس نے اپنے پیش کردہ عقائد کو لوگوں سے منوایا اور اپنے مخاطب کو پوری طرح مطمئن کیا۔ مخالفین کی اس نے ایک نہ چلنے دی اور ان کی طرف سے شکوک وشبہات اور جن بے بنیاد اتہامات کی بوچھاڑ کی گئی ان سب کو اس نے بالکل بے وزن اور بے اثر ثابت کر دکھایا۔ ہمیں بھی قرآن کی دکھائی ہوئی اسی راہ پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔ قرآن کے اس طرز استدلال کو لوگ قدیم سے لے کر آج تک نمایاں کرتے رہے ہیں۔ مثال کے طور پر قرآن نے اللہ تعالیٰ کے وجود کے سلسلے میں جو دلائل دیئے ہیں بہت سے لوگوں نے بالکل بے آمیز طریقے پر قرآن کے طرز استدلال کی پیروی کرتے ہوئے وجود باری کے مسئلے کو حل کیا ہے۔ قدماء میں علامہ ابن رشد [8] کی " مناہج الادلۃ "، اور حال کے لوگوں میں محمود عقاد [9] کی "اللہ"، اور ندیم الجسر [10] کی " قصۃ الایمان"، وغیرہ اسی سلسلے کی کامیاب کوششیں ہیں۔ اللہ تعالی کی وحدانیت، قیامت اور نبی کی نوبت کے اثبات وغیرہ کے سلسلے میں بھی اسی انداز سے قرآن کے پیش کردہ دلائل اور اس کے طرز استدلال کو نمایاں کر کے پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ قرآن کے پیش کردہ یہ تمام دلائل عقلی اور برہانی ہیں اور اپنے اندر حق وصداقت کا لازوال خزانہ رکھتے ہیں۔ انہیں خطابی یا اقناعی کہنا جیسا کہ بہت سے متکلمین کا خیال ہے۔ اس سے بڑھ کر ان کے ساتھ کسی بے انصافی کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔

۴۔ موجودہ دور کا انسان جن مسائل اور جن فکری الجھنوں سے دوچار ہے۔ مسلمان متکلم کی اصل توجہ ان کے ازالہ کی طرف ہونی چاہیے۔ اس کی دلچسپی کا اصل محور براہ راست اسلامی عقائد کی اہم دفعات ہونی چاہیے۔ مثال کے طور پر وجود باری تعالیٰ ،اس کی وحدانیت، زندگی بعد موت، قضاوقدر کے مسائل وغیرہ۔ جہاں تک ان مسائل کا تعلق ہے جو خاص طور پر تاریخ کے کسی دور میں اس فہرست میں شامل ہو گئے مثلاً خلق قرآن اور صفات باری تعالیٰ اور ذات باری سے ان کے تعلق کا مسئلہ کہ یہ عین ذات ہے یا غیر ذات یا نہ عین ذات ہے نہ غیر ذات لاعین ولاغیر وغیرہ بے شمار مسائل۔ تو اب یہ چیزیں فکر اسلامی کی تاریخ کی ایک جز بن چکی ہیں۔ اور انہیں اسی حیثیت سے پڑھا اور پڑھایا جانا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ ہمارا سارا وقت اسی داستانِ پارینہ کی ورق گردانی میں لگ جائے اور عصر حاضر نے ہمارے سامنے جو فکری مسائل کھڑے کر دیئے ہیں اور جنہیں حل کرنا ہماری اوّلین ذمہ داری ہونی چاہیے اس کے لیے ہمارے پاس وقت نہ رہے۔

۵۔ ہمارے دور میں تمدن کا قافلہ جو آگے بڑھ ہے اور اس کے نتیجے میں جو تحقیقات اور اکتشافات سامنے آئے ہیں۔ خاص طور پر خالص سائنس کے موضوعات میں مثلاً فلکیات، طب اور طبیعیات وغیرہ۔ ہمیں اسلامی عقائد کے اثبات اور ان کے تئیں اپنے موقف کو مضبوط کرنے کے سلسلے میں ان تحقیقات واکتشافات سے بھی لازماً استفادہ کرنا چاہیے۔ ہمارے زمانے میں اس سلسلے کی ایک سے زیادہ کامیاب کوششیں سامنے آئی ہیں۔ جس میں مسلمان مفکرین اور ارباب قلم کے علاوہ غیر مسلم دانشور بھی شامل ہیں۔

۷۔ اس سلسلے میں ایک اور خاص بات جو پیش نظر رکھنے کی ہے وہ یہ کہ صفات باری تعالیٰ کے سلسلے میں ہمیں اسی طریقے کو اپنانا چاہیے جو سلف صالح میں بڑی اکثریت کا مسلک رہا ہے۔یعنی کہ ہم اللہ تعالیٰ کی صفات کا بیان اسی طرح کریں۔جس طرح کہ اس نے خود اپنے کو ان صفات سے متصف فرمایا ہے۔یعنی اجمال کے طریقہ پر جس میں کسی کیفیت اور تمثیل کا شائبہ نہ ہو۔نیز یہ بیان ایسا ہم آہنگ ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت اپنے مقام سے ہٹنے نہ پائے۔اس کے تعطل اور بے اثر ہونے کا تو خیر سوال ہی کیا ہوتا ہے۔اشاعرہ اور ان کے علاوہ دوسرے مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے چوٹی کے متکلمین اسلام کا یہی انداز رہا ہے۔اشاعرہ کے سر خیل ابوالحسن اشعری نے اپنے رسالہ ”الابانۃ،، اور امام غزالی نے اپنے شاہ کار تصنیف ”الجام العوام عن علم الکلام،، میں اسی طریقے کی پیروی کی ہے۔اسی طرح امام رازی بھی ”اقسام اللذات،، میں اسی مسلک کی تائید کرتے نظر آتے ہیں۔چنانچہ وہ فرماتے ہیں:”میں نے فلسفہ اور علم الکلام کے نہج و انداز پر بہت غور کیا لیکن میں دیکھتا ہوں کہ اس سے نہ کسی بیمار کو شفا ملتی ہے اور نہ کسی پیاسے کی تشنگی رفع ہوتی ہے۔مجھے تو سب سے عمدہ طریقہ قرآن کا نظر آتا ہے۔ذات باری کے اثبات کے سلسلے میں اس آیت کو پڑھو ”الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى،،[11] اور نفی ذات کے سلسلے میں اس آیت کو سامنے رکھو: ”لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ۔،،[12]

دیکھو کتنے دو ٹوک انداز میں ذات باری کی حقیقت سامنے آجاتی ہے۔جو شخص بھی میرے ساتھ اس تجربہ میں شریک ہو گا۔یہ حقیقت واشگاف انداز میں اس کے سامنے عیاں ہو جائے گی۔

۷۔ آخری بات یہ کہ مسیحی مبلغین، مستشرقین اور اشتراکی مفکرین نیز ان کے علاوہ جتنے بھی دشمنان اسلام اور ان کے شاگرد اور خوشہ چیں ہیں۔ان کی طرف سے اسلام کے سلسلے میں جو بھی شکوک وشبہات پیدا کئے جائے اور پھیلائے جاتے ہیں۔ہمیں ان سے پوری طرح باخبر رہنے کی ضرورت ہے۔پھر اسی معیار اور اسی انداز سے دور حاضر کے اسلوب اور اس کے مذاق کی پوری پوری رعایت کرتے ہوئے ان کا علمی اور فکری سطح پر جواب فراہم کیا جانا چاہیے[13]۔

دین اسلام میں عقائد کی اہمیت:

دین اسلام میں عقائد واعمال اوراخلاق ومعاشرت خیالات اور ضروریات پر مبنی نہیں، بلکہ یہ دین کی اپنی مستقل بنیادوں پر قائم ہیں۔اعمال واخلاق میں تو کہیں کہیں وسعت کی راہیں بھی کھلی ہیں لیکن عقائد میں صحیح بات صرف ایک ہی ہوتی ہے۔یہ نہیں کہ دونوں طرف کے متوازی عقائد درست تسلیم کر لیے جائیں۔عقائد ایسی گرہیں ہیں۔جو ایک جگہ لگتی ہیں اور ایک ہی جگہ کھلتی ہیں۔عقائد کے اختلاف کو اُصولی اختلاف کہا جاتا ہے اور اعمال کے اختلاف کو فروعی اختلاف کہا جاتا ہے۔یہ بات اسلامی عقائد

میں قطعی ہے کہ اللہ کے ہاں دین ایک ہی ہے اور وہ اسلام ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ دوسرے سب ادیان بھی اپنی اپنی جگہ صحیح ہو اور وہ بھی اپنی نظریات پر چل کر آخرت میں نجات پالیں۔ نجات رسول اللہ پر ایمان لائے بغیر کسی کی نہ ہو پائے گی۔

"ودین اللہ فی الارض والسماء واحد وھو دین الاسلام۔"[14] **"قال اللہ تعالیٰ: (اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ۔"**[15]

"دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہے۔"

ابن تیمیہؒ نے اپنے دور میں اسے اس طرح پیش کیا:

"فمن لم یقر باطنا وظاھرا ان اللہ لا یقبل دینا سوی الاسلام فلیس بمسلم۔"[16]

"جس نے دل اور زبان سے اس بات کا اقرار نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی دین ماسوائے اسلام لائق قبول نہیں، وہ (باوجود اقرار توحید ورسالت) مسلمان نہیں مانا جائے گا۔"

اس سے واضح ہوا کہ نظریہ وحدت ادیان کے قائلین باوجود اپنے دعویٰ اسلام کے خود مسلمان نہیں رہتے، اُخروی نجات کے لیے رسالت محمدیؐ کا اقرار ہر حال میں ضروری ہے۔ اب مسلمانوں میں پھیلنے والے اختلاف پر بھی نظر ڈالیں:

مسلمانوں میں عقائد کے اختلاف زمانہ تابعین میں پھوٹے اور معتزلہ، جہمیہ، قدریہ وجبریہ اور روافض وخوارج کی تحریکیں بڑے زور سے چلیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی بھی ان میں سے کسی کے ساتھ نہیں گیا۔ صحابہ کرام کی روش اختیار کرنے والے تابعین کہلائے، ان کی روش کو چھوڑنے والے اہل بدعت کہلائے۔ صحابہ کرام کی پیروی کرنے والے اہل سنت کہلائے۔ اس زمانے میں بس دو ہی نام تھے:

۱۔ اہل سنت ۲۔ اہل بدعت

اہل سنت والجماعت کا منہج:

علامہ عبد القاہر بغدادیؒ لکھتے ہیں:

"قد اتفق جمھور اھل السنۃ والجماعۃ علی أصول من ارکان الدین کل رکن منھا یجب علی کل عاقل بالغ معرفۃ حقیقۃ ولکل رکن منھا شعب وفی شعبھا مسائل اتفق اھل السنۃ فیھا علی قول واحد وضللوا من خالفھم فیھا واول الارکان التی راؤھا من أصول الدین اثبات الحقائق والعلوم علی الخصوص والعموم والرکن الثانی ھو العلم بحدوث فی اقسامہ من اعراضہ واجسامہ والرکن الثالث فی معرفۃ الصانع العالم وصفات ذاتہ والرکن الرابع فی معرفۃ صفاتہ الازلیۃ والرکن الخامس فی معرفۃ اسماءہ واوصافہ والرکن السادس فی معرفۃ عدلہ وحکمتہ والرکن السابع فی معرفۃ رسلہ وانبیاءہ والرکن الثامن فی معرفت معجزات الانبیاء وکرامات الاولیاء والرکن التاسع فی معرفۃ ما اجمعت الامۃ علیہ من ارکان شریعۃ الاسلام والرکن العاشر فی معرفۃ الاحکام الامر والنھی والتکلیف والرکن الحادی عشر فی معرفۃ الخلافۃ والامامۃ وشروط الزعامۃ والرکن الثانی عشر کذا فی احکام الایمان والاسلام فی الجملۃ والرکن الثالث

عشر فی معرفة احکام الاولیاء و مراتب الائمة الاتقیاء و الرکن الرابع عشر فی معرفة احکام الاعداء من الکفرة و اهل الاهواء.
فهذه اصول اتفق اهل السنة علی قواعدها و ضللوا من خالفهم فیها و فی کل رکن منها مسائل أصول و مسائل فروع و هم یجمعون علی أصولها و ربما اختلفوا فی بعض فروعها اختلافا لا یوجب تضلیلا و لا تفسیقا۔،، [17]

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ ”جمہور اہل سنت وجماعت ارکان دین کے چند اُصول پر متفق ہیں۔ جن میں ہر ایک رکن ہر بالغ وعاقل مسلمانوں کو ماننا اور تسلیم کرنا لازمی ہے۔ یہ ارکان کچھ ذیل مباحث پر بھی مشتمل ہیں جن میں سے ایک ہی بات پر اہل سنت وجماعت متفق ہیں۔ ان اُصول میں ایک سے انکار بھی گمراہی ہے۔

۱۔ اُصول دین میں عموم اور خصوص

۲۔ اس کے اعراض اور اجسام حادثہ کا علم

۳۔ عالَم کے پیدا کرنے والے کی معرفت اور اس کے صفات ذاتی کا علم

۴۔ اس کے صفات ازلیہ کی معرفت

۵۔ اس کے اسماء وصفات کی معرفت

۶۔ اس کے عدل وحکمت کی معرفت

۷۔ اس کے رُسل اور انبیاء کی معرفت

۸۔ انبیاء کے معجزات اور اولیاء کے کرامات کی معرفت

۹۔ شرعی اُمور میں اجماع اُمت سے واقفیت

۱۰۔ اوامر ونواہی اور تکلیفات سے واقفیت

۱۱۔ خلافت اور امامت، اور اس کے شرائط سے واقفیت

۱۲۔ ایمان واسلام کے تمام احکام سے واقفیت

۱۳۔ اولیاء، ائمہ اور متقین کے احکام اور مراتب سے واقفیت

۱۴۔ کافر اور اہل ہویٰ کے احکام کی معرفت۔

ان تمام اُصولوں پر اہل سنت وجماعت متفق ہیں۔ اس سے منکر کو گمراہ قرار دیتے ہیں۔ ان میں سے ہر مسئلہ چند اُصول اور فروع پر مبنی ہے، اُصول پر تمام اہل سنت وجماعت متفق ہیں۔ فروع میں جگہ جگہ جو اختلاف واقع ہوا ہے، اس پر فسق اور گمراہی کا اطلاق نہیں کیا جا سکتا۔،،

اہل سنت وجماعت کے نزد منہج شرعی میں صرف اور صرف اللہ تعالی کی کتاب پر اعتماد کیا جاتا ہے اور اُس کے نبی اکی سنت پر اور اجماع سلف صالحین پر رضی اللہ عنہم۔ قیاس کے بارے میں علماء نے اختلاف کیا ہے، جمہور اسے اُس وقت دلیل مانتے ہیں جب اس کا صدور مراجع اصلیہ سے ہو اور یہ علمی شروط صحیحہ پر پورا اُترے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا)۔"[18]

"مومنو! اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں ان کی بھی۔ اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں اللہ اور اس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو۔ یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا مآل بھی اچھا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ۔"[19]

"اور تم جس بات میں اختلاف کرتے ہو اس کا فیصلہ اللہ کی طرف سے ہو گا۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا۔"[20]

"سو جو چیز تم کو پیغمبر دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں (اس سے) باز رہو۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا۔"[21]

"اور جو شخص سیدھا رستہ معلوم ہونے کے بعد پیغمبر کی مخالفت کرے اور مومنوں کے رستے کے سوا اور رستے پر چلے تو جدھر وہ چلتا ہے ہم اسے ادھر ہی چلنے دیں گے۔ اور قیامت کے دن جہنم میں داخل کریں گے۔ اور وہ بری جگہ ہے۔"

اعتماد تو صرف اور صرف تین مصادر معصومہ پر ہی ہے جو کہ کتاب اللہ، سنت اور اجماع ہے۔ یہ تینوں دین اسلام کے اساس ہیں، اس کا ارتکاز درج ذیل اُصولوں پر ہے:

اصل اوّل: اُصول شرعیہ کی تعظیم اور اُس کی طرف انقیاد کرنا۔

اصل دوم: صحیح حدیث پر اعتماد۔

اصل سوم: نصوص کو صحیح طرح سمجھنا۔

اصل اوّل، اُصول شرعیہ کی تعظیم اور اُس کی طرف انقیاد کرنا:

دین اسلام جو اللہ تعالیٰ نے اپنے مؤمن بندوں کے لیے پسند کیا ہے اس میں اصل استسلام، خضوع اور انقیاد ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ۔"[22]

"اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرو اور اس کے فرماں بردار ہو جاؤ"

استسلام کی حقیقت احکام الٰہی کی تعظیم کرنا اور اُن سے منہ نہیں پھیرنا، اُس حد تک خود کو روکے رکھنا جس طرح اللہ اور رسول نے کہا ہے، فرمایا: "ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ۔"[23]

"یہ (ہمارا حکم ہے) اور جو شخص ادب کی چیزوں کی جو اللہ نے مقرر کی ہیں عظمت رکھے تو یہ پروردگار کے نزدیک اس کے حق میں بہتر ہے۔"

"ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ۔"[24]

"یہ (ہمارا حکم ہے) اور جو شخص ادب کی چیزوں کی جو اللہ نے مقرر کی ہیں عظمت رکھے۔ تو یہ (فعل) دلوں کی پرہیز گاری میں سے ہے۔"

سو جس کے کرنے کا امر شارع نے دیا، یا اس سے روکا تو لازمی ہے کہ اُس کی تعظیم کی جائے اور اُس کا امتثال کیا جائے، یہی کامیابی اور فوز کا رستہ ہے۔

ارشاد فرمایا:

"اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ * وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ۔"[25]

"مؤمنوں کی تو یہ بات ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جائیں تاکہ وہ میں فیصلہ کریں تو کہیں کہ ہم نے (حکم) سن لیا اور مان لیا اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے گا اور اس سے ڈرے گا تو ایسے ہی لوگ مراد کو پہنچنے والے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے اللہ اور اُس کے رسول سے آگے بڑھنے سے بھی منع فرمایا ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ۔"[26]

"مومنو! (کسی بات کے جواب میں) اللہ اور اس کے رسول سے پہلے نہ بول اُٹھا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ سنتا جانتا ہے۔"

جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی بات کا حکم آجائے تو کسی کو اختیار نہیں ہے کہ وہ اس میں پس وپیش کریں، بلکہ اُسے تسلیم کریں:

"وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۔"[27]

"اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کو حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی امر مقرر کردیں تو وہ اس کام میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں۔"

اس شخص سے اللہ تعالیٰ نے کلّی طور پر ایمان کی نفی کی ہے جو رسول اللہﷺ کی حکم سے اعراض کریں اور اس سے راضی نہ ہو، یا اپنے نفس میں اس سے کوئی تنگی محسوس کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۔"[28]

"تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کردو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں تب تک مؤمن نہیں ہوں گے۔"

اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق رسول اللہﷺ کے فرمان سے اعراض کا واحد سبب صرف اور صرف خواہش کی پیروی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَإِنْ لَمْ "يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۔"[29]

"پھر اگر یہ تمہاری بات قبول نہ کریں تو جان لو کہ یہ صرف اپنی خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں۔ اور اس سے زیادہ کون گمراہ ہوگا جو اللہ کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہش کے پیچھے چلے۔ بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

اُن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے وعید سنائی ہے جو اُس کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں:

"فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۔"[30]

"توجولوگ ان کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیے کہ (ایسا نہ ہو کہ) ان پر کوئی آفت پڑ جائے یا تکلیف دینے والا عذاب نازل ہو۔"

"وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا۔"[31]

"اور جو شخص سیدھا معلوم ہونے کے بعد پیغمبر کی مخالفت کرے اور مؤمنوں کے رستے اور رستے پر چلے تو جدھر وہ چلتا ہے ہم اسے ادھر ہی چلنے دیں گے اور (قیامت کے دن) جہنم میں داخل کریں گے۔ اور وہ بری جگہ ہے۔"

اُن لوگوں کی اللہ تعالیٰ نے ذم بیان کی ہے جو اس کی تعظیم بجانہیں لاتے ،اُس کے اوامر کی پاسداری اور امتثال نہیں کرتے فرمایا: "مَا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلَّهِ وَقَارًا۔"[32]

"تم کو کیا ہوا ہے کہ تم اللہ کی عظمت کا اعتقاد نہیں رکھتے"

سلف صالحین کا نصوص میں تعظیم کا منہج:

سلف صالحین رسول اللہ ا کے فرمان کی نہایت تعظیم کیا کرتے تھے اور اُس پر سختی سے قائم رہتے تھے اس کی چند مثالیں ذکر کی جاتی ہیں:

"انا ابا قتادہ حدث قال کنا عند عمران بن حصین فی رھط منا وفینا بشیر بن کعب فحدثنا عمران یومئذ قال قال رسول اللّٰھا الحیاء خیر کلہ قال او قال الحیاء کلہ خیر فقال بشیر بن کعب انا لنجد فی بعض الکتب او الحکمۃ ان منہ سکینۃ ووقار للہ تعالیٰ قال ومنہ ضعف قال فغضب عمران حتی احمرتا عیناہ وقال الا اریٰ أحدثک عن رسول اللّٰھا وتعارض فیہ؟ قال فاعاد عمران الحدیث قال فاعاد بشیر فغضب عمران قال فمازلنا نقول فیہ انہ منا یاابا نجید انہ لا باس بہ۔"[33]

"حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم اپنی جماعت کے ساتھ عمران بن حصین کے پاس بیٹھے تھے اور بشیر بن کعب بھی موجود تھے۔ عمران نے اُس روزایک حدیث بیان کی۔ کہنے لگے کہ رسول اللہ انے فرمایا: حیاء بالکل خیر ہی خیر ہے۔ بشیر بولے ہم نے بعض کتابوں میں دیکھا ہے کہ حیاء سے سنجیدگی اور وقار الٰہی پیدا ہوتا ہے اور کبھی کمزوری بھی۔ یہ سن کر عمران کی آنکھیں غصہ کے مارے سرخ ہوئیں اور کہنے لگے۔ میں تمہارے سامنے رسول اللہ کا فرمان بیان کرتا ہوں اور تم اس کے خلاف بیان کرتے ہو۔ یہ کہہ کر عمران نے دوبارہ حدیث بیان کی،بشیر نے دوبارہ وہی بات کہی۔ عمران غضبناک ہوگئے۔ عمران کا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لیے ہم برابر کہتے رہے اے ابو نجید (یہ اُن کی کنیت تھی) یہ ہم میں سے ہی ہیں، کوئی حرج نہیں۔"، یعنی یہ منافق نہیں۔

"عن عبداللّٰہ بن عمر رضی اللہ عنہما قال سمعت رسول اللّٰھا یقول لا تمنعوا نسائکم المساجد اذا استاذنکم الیھا قال فقال بلال ابن عبداللّٰہ واللّٰہ لنمنعھن قال فاقبل علیہ عبداللّٰہ فسبہ سبا سیئا ما سمعتہ سبہ مثلہ قط وقال أخبرک عن رسول اللّٰہ اوتقول واللّٰہ لنمنعھن۔"[34]

”عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ انے فرمایا تم اپنی عورتوں کو مساجد سے نہ روکو جب وہ تم سے اس کی اجازت طلب کریں۔ بلال بن عبد اللہ (بن عمر بن خطاب) نے عرض کیا: اللہ کی قسم! ہم ان کو ضرور منع کریں گے۔ جس پر حضرت عبد اللہ نے ان پر اس قدر سخت ناراضگی کا اظہار کیا کہ اتنا کسی پر ناراض نہ ہوئے تھے اور فرمایا میں تجھ کو رسول اللہ کے فرمان کی خبر دیتا ہوں اور تو کہتا ہے کہ ہم ان کو ضرور منع کریں گے۔“

اصل دوم: صحیح حدیث / سنت پر اعتماد:

اللہ تعالیٰ نے بہت سی آیات میں رسول اللہ کی اطاعت گزاری کرنے کا حکم دیا ہے:

”وَمَا آتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔“ [35]

”سو جو چیز تم کو پیغمبر دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں (اس سے) باز رہو۔“

”مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔“ [36]

”جو شخص رسول کی فرمانبرداری کرے گا، تو بے شک اس نے اللہ کی فرمان برداری کی۔“

یہ بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: **”الا انی اوتیت الکتاب و مثلہ معہ۔“** [37]

”خبردار مجھے قرآن اور اس جیسی ایک اور شے بھی عطا کی گئی ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **”وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى۔“** [38]

”اور نہ خواہش نفس سے منہ سے بات نکالتے ہیں، یہ (قرآن) تو حکم اللہ ہے جو (جو ان کی طرف) بھیجا جاتا ہے۔“

رسول اللہا کی سنت قرآن مجید کی تفسیر اور اس کی خوب وضاحت کرتی ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ۔“ [39]

”اور ہم نے تم پر بھی یہ کتاب نازل کی ہے تاکہ جو (ارشادات) لوگوں پر نازل ہوئے ہیں وہ ان پر ظاہر کر دو اور تاکہ وہ غور کریں۔“

”فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا * رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ۔“ [40]

”تو اے ارباب دانش جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو۔ اللہ نے تمہارے پاس نصیحت (کی کتاب) بھیجی ہے۔ (اور اپنے) پیغمبر (بھی بھیجے ہیں) جو تمہارے سامنے اللہ کی واضح المطالب آیتیں پڑھتے ہیں تاکہ جو لوگ ایمان لائے وہ نیک عمل کرتے رہے ہیں ان کو اندھیرے سے نکال کر روشنی میں لے آئیں۔“

صحیح بخاری میں ہے کہ:

”عن عبداللہ قال: لعن اللہ الواشمات والموتشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغیرات خلق اللہ فبلغ ذلک امرأۃ من بنی اسد یقال لھا أم یعقوب فجاءت فقالت انہ بلغنی انک لعنت کیت وکیت فقال: وما لی لا العن من لعن رسول اللّٰھا ومن ھو فی کتاب اللہ فقالت لقد قرأت ما بین اللوحین فما وجدت فیہ ماتقول قال لئن کنتِ قرأتیہ لقد وجدتیہ اَما قرأتِ (وَمَا آتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا)[41] قالت بلیٰ قال فانہ قد نھی عنہ قالت فانی اری اھلک یفعلونہ قال فاذھبی فانظری فذھبت فنظرت فلم تر من حاجتھا شیئا فقال لو کانت کذلک ماجامعتھا،،[42]

”عبداللہ بن مسعودؓ نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے گودنے والیوں پر لعنت بھیجی ہے۔ چہرے کے بال اُکھاڑنے والیوں اور حسن کے لیے آگے کے دانتوں میں کشادگی کرنے والوں پر لعنت بھیجی ہے کہ یہ اللہ کی پیدا ہوئی صورت میں تبدیلی کرتی ہیں۔ عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ کلام قبیلہ بنی اسد کی ایک عورت کو معلوم ہوا جو اُم یعقوب کے نام سے مشہور تھی۔ وہ آئی اور کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے اس طرح کی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے؟ عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا آخر کیوں نہ میں اُنہیں لعنت کروں جنہیں رسول اللہ نے لعنت کی ہے اور جو کتاب اللہ کے حکم کے مطابق ملعون ہے۔ اس عورت نے کہا کہ قرآن مجید تو میں نے بغور پڑھا ہے، لیکن آپ جو کہتے ہیں یہ بات اُس میں کہیں میں نے نہیں پڑھا ہے۔ انہوں نے کہا اگر تم بغور پڑھتی تو تمہیں ضرور یہ معلوم ہوتا ” **وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا** “ اس نے کہا کہ پڑھی ہے، عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ پھر آپ انے ان چیزوں سے روکا ہے۔ اس پر عورت نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ آپ کی بیوی بھی ایسا کرتی ہیں۔ انہوں نے کہا اچھا جا کر دیکھو۔ وہ عورت گئی اور اس نے دیکھا، لیکن اس طرح کی ان کے یہاں کوئی معیوب چیز اسے نہ ملی۔ پھر عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ اگر میری بیوی اسی طرح کرتی تو میں اُس کی بیوی نہیں رکھتا۔،،

سنت پر ثابت قدمی:

جس طرح آگے گزرا کہ سلف صالحین کس طرح حدیث اور سنت کے بارے میں سرگرم رہتے، اس کی مثالیں ہزاروں ہیں۔

”فھاھو ذا رجل یعطس الی جنب عبداللہ بن عمر، فیقول: الحمدللہ والسلام علی رسولہ۔ فقال لہ عبداللہ بن عمر: وانا اقول الحمدللہ والسلام علی رسول اللہ۔ ولیس ھکذا علمنا رسول اللہ، علمنا ان نقول: الحمدللہ علی کل حال۔،،[43]

”ایک دفعہ ایک آدمی نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس چھینک ماری تو اس نے کہا الحمدللہ رسول اللہا پر سلام ہو۔ تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اُسے کہا کہ ہمیں تو رسول اللہا نے ایسا کہنا نہیں سکھایا بلکہ ہمیں اس طرح سکھایا کہ الحمدللہ علی کل حال۔ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے لیے بڑائی ہے۔،،

صحابہ کرام سنت پر سختی سے عمل پیرا تھے، چنانچہ روایت ہے کہ:

"انہ سال عبداللّٰہ بن عباس عن الرکعتین بعد العصر؟فنھاہ عنھما۔قال :فقلت لہ ماادعھمافقال ابن عباس :[44] **(وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا،،**[45]

"عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کسی نے عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے اُسے منع فرمایا تو اُس نے کہا کہ آپ مجھے کس وجہ سے منع کر رہے ہیں تو ابن عباس نے کہا:

" اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کو حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی امر مقرر کر دیں تو وہ اس کام میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں، اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے وہ صریح گمراہ ہو گیا۔،،

ایک دوسری روایت میں ہے کہ:

"ان سعید بن المسیب رأی رجلا یصلی بعد طلوع الفجر اکثر من رکعتین، یکثر فیھما الرکوع والسجود فنھاہ، فقال :یا ابامحمد یعذبنی اللّٰہ علی الصلاۃ فقال :لا ولکن یعذبک علی خلاف السنۃ،،[46]

"سعید ابن المسیب نے ایک دفعہ ایک شخص کو طلوع فجر کے بعد دو رکعتوں سے زیادہ رکعت پڑھتے ہوئے دیکھا جس میں وہ رکوع و سجود بکثرت پڑھ رہا تھا تو اس کو اس سے منع فرمایا، تو اُس نے کہا کہ اے ابو محمد کیا اللہ مجھے نماز کی وجہ سے عذاب دے گا؟ آپ نے کہا نہیں بلکہ خلاف سنت کرنے پر سزا دے گا۔ ،،

اصل سوم: نصوص کو صحیح طرح سمجھنا:

نصوص کا صحیح فہم وادراک رکھنا نہایت لازمی اور ضروری ہے۔ کیوں کہ اس سے استدلال اور استنباط میں درستگی اور سدھار آئے گا۔ اگر فہم خطا ہے تو استدلال اور استنباط بدرجہ اولیٰ نادرست ہو گی۔ قرآن وحدیث کا صحیح فہم از حد ضروری ہے ورنہ اس سے بہت سی گمراہیاں اور بدعات رونما ہوتی ہیں۔ فہم کی صحت اور حسن قصد اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں میں سے ہے جو وہ اپنے بندوں پر کرتا ہے۔ بلکہ یہ تو ایسی نعمت ہے جو اسلام ماننے کے بعد ہی اسلام کی وجہ سے عطا کی جاتی ہے۔ چند ایسے اُمور ہیں جو اس اصل کے لیے بنیاد کی حیثیت رکھتی ہیں:

الف: منہج صحابہ پر اعتماد رکھنا:

صحابہ وہ عظیم ہستیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے دُنیا میں جنت کی خوشخبریاں سنائی اور وہ شرف عطا فرمایا جو اس اُمت میں کسی اور کو حاصل نہیں۔

ارشاد فرمایا: "**وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ**،،[47]

”جن لوگوں نے سبقت کی (یعنی سب سے) پہلے (ایمان لائے) مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی اور جنہوں نے نیکوکاری کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ ان سے خوش ہے اور یہ اللہ سے خوش ہیں۔“

فہم قرآن وحدیث کو صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہی سے اخذ کیا جاسکتا ہے کیوں کہ انہوں نے رسول اللہ ہی سے یہ سیکھا، صحابہ ہی اوّلین مخاطب اور اولین شاگرد رسول تھے۔ کسی بھی مقام پر اُن کی مخالفت نہیں کی جاسکتی۔ علماء نے اسے الحاد، افتراء اور تحریف قرار دیا ہے۔

ب: لغت عربی کی معرفت:

قرآن وحدیث کی معرفت اور صحیح فہم وادراک کے لیے عربیت سے واقف ہونا نہایت لازمی اور ضروری ہے۔

ج: ایک باب میں وارد تمام نصوص کو جمع کرنا:

صاف ظاہر ہے کہ ایک ہی باب میں ایک ہی آیت یا ایک ہی نص کو کافی سمجھنا نادانی ہے کیوں کہ قرآن وحدیث ایک مقام پر اجمال تو دوسرے مقام پر تفصیل کرتے ہیں۔ کبھی کبھار ایک دوسرے کی تفسیر بھی کرتے ہیں۔ کبھی ایک حکم ٹکڑوں میں بیان ہوا ہوتا ہے۔ کبھی ایک مسئلہ کئی جگہوں پر مختلف شکلوں میں بیان ہوتا ہے۔ تو ان سب نصوص کو یکجا جمع کر کے مسئلہ ثابت کیا جائے۔

د: اسلامی شریعت کے مقاصد سے واقفیت:

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے شریعت اسلامی کا ہر پہلو کسی نہ کسی مقصد اور حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ بلکہ سب کے سب حکمت اور دانائی کی باتیں اور رموز واسرار ہیں۔

شریعت اسلامی کی بناء اور اساس حکمت اور بندوں کی دُنیوی واُخروی مصالح پر مبنی ہے۔ ہر ایک مسئلہ عدل پر مبنی ہے نہ کہ ظلم وجور پر۔ رحمت پر استوار۔ فساد سے مصلحت کی طرف لے جاتا ہے[48]۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”يَاأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ“[49]

”لوگو! تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے نصیحت اور دلوں کی بیماریوں کی شفا اور مؤمنوں کے لیے ہدایت اور رحمت آپہنچی ہے۔“

خلاصہ کلام

دورِ نبوی ﷺ اور دور خلافت راشدہ میں جب کوئی مسئلہ پیدا ہوتا تو براہ راست رسول اللہ ﷺ سے معلوم کرتے جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی تو اکابر صحابہ سے پوچھ گچھ ہوتی وہ قرآن وحدیث کی روشنی میں مسئلہ کو سلجھاتے، رفتہ رفتہ نئے نئے لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے، اسلام آفاق میں پھیلنے لگا، اس میں فلسفہ زدہ لوگ بھی تھے جو ہر بات کے پیچھے فلسفہ کے وجود ضروری سمجھتے تھے جس کے بغیر وہ کسی بات کو حق تسلیم نہیں کرتے تھے، اس دور میں ایسے مسلمان مفکرین اور مجددین کی ضرورت تھی جو ان فلسفیوں کی تشفی کرسکے اور عقائد کے باب میں دین اسلام کی حقانیت واضح اور ثابت کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اس اُمت پر یہ فضل بھی کیا کہ اہل سنت وجماعت میں ایسے مختلف نوع کے زیرک انسان پیدا کیے جنہوں نے فلاسفہ کو اسلام کا فلسفہ اور کلام سے باخبر کیا۔ انہوں نے ان کے فلسفوں کو قرآن مجید، احادیث صحیحہ اور دلائل عقلیہ سے ردّ کیا۔ انہوں نے خلفاء راشدین ہی کے طرز پر قرآن وسنت سے منطقی استدلالات کیے، قرآن مجید اور احادیث کے ایسے گوشوں سے کلامی استدلالات کیے جن سے فلاسفہ کے فلسفوں کا تسلی بخش جواب دیا۔ جو اُصول وقوانین انہوں نے وضع کیے۔ وہ دین اسلام ہی کی دفاع کے لیے بروئے کار لائے گئے۔ اُصول اربعہ ان کے نزدیک اصل الاصول رہیں۔ انہوں نے معتزلہ اور دیگر باطل فرق کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور ان کو منہ کی کھانہ پڑی۔ حق غالب ہی رہا اور باطل کو مٹنا پڑا۔

امام بزدویؒ نے اہل سنت وجماعت کے جو اُصول اپنی کتاب میں درج کیے تھے، امام ماتریدیؒ بھی اُس کی پیروی کرتے ہیں مگر فرق معمولی ہے، وہ یہ کہ جہاں کہیں عقیدہ کے باب میں اُصول ثلاثہ سے کچھ ثابت نہ ہو تو وہاں عقل کو ان اُصول ثلاثہ کی روشنی میں چلاتے ہیں۔ جو کہ بہترین طرز ہے۔ جسے اکابر نے بارہا سراہا ہے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ ہر دور میں اُٹھنے والے فتنوں کی سرکوبی کے لیے مرد میدان پیدا کرتے ہیں، اُسی طرح اعتزال کی فتنہ کی سرکوبی کے لیے امام ماتریدیؒ کو خداداد صلاحیتوں سے نواز کر معتزلہ کے خلاف صف میں کھڑا کیا۔ ہرچند کہ امام ابوالحسن اشعری بھی اپنے کچھ اُصولوں کے مطابق اس فتنہ سے لڑ رہے تھے، دونوں کے اُصول اگرچہ الگ الگ تھے لیکن مقصد ایک اور نیک تھا۔ دونوں صراط مستقیم سے بالکل ہٹے نہیں، دونوں نے

اپنے محاذ کو جم کر سنبھالا۔ معتزلہ ہو یا باطنیہ، مرجۂ ہو یا روافض، قرامطہ ہو یا جہمیہ غرض یہ کہ اسلام دشمن ہر فتنہ کے ساتھ لسانی و قلمی جہاد کیا۔

حوالہ جات

[1] ۔ اسماعیل بن حماد جوہری(۳۹۳ھ)، الصحاح تاج اللغۃ وصحاح العربیہ، ۵/۲۱۳۹، تحقیق احمد بن عبدالغفور عطار، دارالعلم للملایین، بیروت، ۱۹۵٦ء

[2] ۔ ابن سیدہ: علی بن اسماعیل(۴۵۸ھ)، المحکم والمحیط الاعظم، ۸:۴۱۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۲۰۰۰ء

[3] ۔ الازہری، محمد بن احمد بن الہروی، ابو منصور (المتوفی:370ھ)، تہذیب اللغۃ، ۱۲/۲۱۰، دار احیاء التراث العربی-بیروت، لبنان، طبع اول ۲۰۰۱م

[4] ۔ محمد مرتضیٰ الزبیدی(۱۲۰۵ھ)، تاج العروس من جواہر القاموس، ۹/۲۴۴، منشورات ،دار مکتبۃ الحیاۃ، بیروت لبنان، سن

[5] ۔ ابن الاثیر، مجد الدین مبارک بن محمد الجزری (٦۰٦ھ)، النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر، ۲:۳٦۸، مکتبہ ابن عباس احمد الباز، مکۃ المکرمۃ سعودی عربیہ، ۱۹۹۷ء۔

[6] ۔ سلیمان بن اشعث(۲۷۵ھ)، سنن ابوداؤد، کتاب السنۃ[۳۴] باب فی لزوم السنۃ[٦] حدیث:۴٦۰۷، اعداد وتعلیق: عزت عبید دعاس، دارالحدیث، بیروت لبنان، ۱۹٦۹ء۔

[7] ۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ، تقي الدين أبو العباس أحمد بن عبد الحليم بن تيميه الحراني (المتوفى:۷۲۸ھ) منهاج السنة النبويه في نقض الكلام الشيعة والقدريه، ۱/۲۵٦، المکتبۃ السلفیہ، لاہور، س۔ن۔

[8] ۔ محمد بن احمد بن محمد بن رشد، اندلسی، ابوالولید، فلسفی تھے۔ قرطبہ کے باشندہ تھے۔ ۵۲۰ھ ۱۱۲٦ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا کا نام بھی ابن رشد تھا اس لیے آپ کو ابن رشد الحفید (نواسا) کہا جاتا ہے۔ ارسطو کے کتب عربی میں ترجمہ کیے۔ ابن سینا اور ارسطو کے فلسفوں کی تلخیصات لکھیں۔ پچاس کتابیں لکھیں ہیں، چند کے نام یہ ہیں: فلسفہ ابن رشد، منہاج الادلہ، المسائل، تہافت التہافت، بدایۃ المجتہد۔ آپ پر زندقہ اور الحاد الزام لگایا گیا تو آپ کو شہر بدر کیا گیا۔ ۵۹۵ھ ۱۱۹۸ء کو وفات پائی۔ [تاریخ الاسلام، ذہبی، ۴۲/۱۹٦.... الاعلام ۵/۳۱۸]

[9] ۔ عباس محمود بن ابراہیم بن مصطفی عقاد، ادب میں امام، مصر کے رہنے والے ہیں۔ اصل میں دمیاط کے تھے۔ آپ کے آباء میں کوئی ریشم کے بنانے کا کام کرتا تھا۔ اس لیے العقاد سے مشہور ہوئے۔ ۱۳۰٦ھ ۱۸۸۹ء کو پیدا ہوئے۔ کثیر التصانیف شخصیت ہیں۔ جن میں: کتاب عن اللہ، عبقریہ محمد، عبقریہ خالد، عبقریہ عمر، عبقریہ الصدیق مشہور ہیں۔ قاہرہ میں ۱۳۸۳ھ ۱۹٦۴ء کو وفات پائی۔ سوڈان میں دفنائے گئے۔ [الاعلام ۳/۲٦۷]

[10]۔ عبد اللہ ندیم بن حسین الجسر، مفکر، عالم، شام اور طرابلس میں مفتی تھے۔ آپ نے مشہور کتاب: قصہ الایمان بین الفلسفۃ والعلم والقرآن، لکھی ہے۔ ۱۴۰۰ھ ۱۹۸۰ء کو طرابلس میں وفات ہوئے۔ [محمد خیر بن رمضان، تکملہ معجم المؤلفین، ۱/ ۴۴۰۷ ، دار ابن حزم، بیروت، ۱۹۹۷ء]۔

[11]۔ سورۃ طٰہٰ ۲۰:۵۔

[12]۔ سورۃ الشوریٰ ۴۲:۱۱۔

[13]۔ ڈاکٹر یوسف القرضاوی، اُردو ترجمہ: سلطان احمد اصلاحی، فکری تربیت کے اہم تقاضے، ص:۲۰۷، اسلامک پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء۔

[14]۔ احمد بن محمد طحاوی، شرح و تحقیق: ناصر الدین البانی، تخریج العقیدۃ الطحاویہ، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۴۱۴ھ۔

[15]۔ سورۃ آل عمران ۳:۱۹۔

[16]۔ ابن تیمیہ، تقي الدين أبو العباس أحمد بن عبد الحليم بن تیمیہ الحرانی (المتوفى: ۷۲۸ھ)، مجموع الفتاویٰ، ۲۷/ ۴۶۳، دار الوفاء، سکندریہ مصر، ۲۰۰۵ء۔

[17]۔ عبد القاہر بغدادی، الفرق بین الفرق وبیان فرقۃ الناجیہ، ۱/ ۳۱۲، دار الآفاق جدید، بیروت، ۱۹۸۸ء۔

[18]۔ سورۃ النساء ۴:۵۹۔

[19]۔ سورۃ الشوریٰ ۴۲:۱۰۔

[20]۔ سورۃ الحشر ۵۹:۷۔

[21]۔ سورۃ النساء ۴:۱۱۵۔

[22] سورۃ الزمر ۳۹:۵۴۔

[23]۔ سورۃ الحج ۲۲:۳۰۔

[24]۔ سورۃ الحج ۲۲:۳۲۔

[25]۔ سورۃ النور ۲۴:۵۱،۵۲۔

[26]۔ سورۃ الحجرات ۴۹:۱۰۔

[27]۔ سورۃ الاحزاب ۳۳:۳۶۔

[28]۔ سورۃ النساء ۴:۶۵۔

29۔ سورۃ القصص۲۸: ۵۰۔

30۔ سورۃ النور۶۳: ۲۴۔

31۔ سورۃ النساء۱۱۵: ۴۔

32۔ سورۃ النوح ۱۳ : ۸۱۔

33۔ أبو الحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری نیشاپوری، الجامع الصحیح المسمی صحیح مسلم،1/ ۴۷،حدیث نمبر۱۶۶، دار الجیل بیروت + دار الأفاق الجدیدۃ۔بیروت لبنان۔

34۔ أبو الحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری نیشاپوری، صحیح مسلم،کتاب الصلاۃ،باب خروج النساء الی المسجد،حدیث نمبر:989۔

35۔ سورۃ الحشر۷:۵۹۔

36۔ سورۃ النساء۸۰:۴۔

37۔ سلیمان بن اشعث، سنن ابو داؤد، کتاب السنہ ،باب:فی لزوم السنۃ،حدیث نمبر:4604،دار لسلام، سن طبع ندارد۔

38۔ سورۃ النجم ۴،۳:۵۳۔

39۔ سورۃ النحل ۴۴:۱۶۔

40۔ سورۃ الطلاق ۱۱،۱۰:۶۵۔

41۔ سورۃ الحشر۷:۵۹۔

42۔ محمد بن اسماعیل بن ادریس الشافعی، صحیح بخاری،کتاب التفسیر،باب قولہ:وما اٰتکم الرسول فخذوہ،حدیث نمبر:4886،مکتبہ اسلامیہ،۲۰۰۸ء۔

43۔ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ ترمذی(۲۷۹ھ)، سنن ترمذی،کتاب الادب،باب مایقول العاطس اذا عطس،حدیث نمبر:2738،دارابن الہیثم،۲۰۰۴ء۔

44۔ ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام(۲۱۱ھ)، تحقیق:حبیب الرحمن اعظمی، مصنف عبد الرزاق،کتاب الصلاۃ،۴۳۳:۲،حدیث نمبر:3975، المکتب الاسلامی،بیروت لبنان،۱۴۰۲ھ۔

45۔ سورۃ الاحزاب۳۶:۳۳۔

[46]۔ ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام (۲۱۱ھ)، تحقیق: حبیب الرحمن اعظمی، مصنف عبد الرزاق، ۳ / ۵۲ ، حدیث نمبر: 4755، المکتب الاسلامی، بیروت لبنان، ۱۴۰۲ھ۔

[47]۔ سورۃ التوبہ ۹:۱۰۰۔

[48]۔ احمد بن عبد الرحمن الصویان، خلاصہ از: منہج التلقی والاستدلال بین اہل السنۃ والمبتدعہ، ص:۲۹۔۴۹، دار السلیم، ۱۹۹۹ء

[49]۔ سورۃ یونس ۱۰:۵۷۔